ضبط و ترتیب : ادارۃ الحق

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
کائنات میں اللہ کی سب سے بڑی نعمت

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے یہ تقریر پچھلے دنوں جامعہ اسلامیہ کشمیر روڈ راولپنڈی صدر میں نماز جمعہ سے قبل مولانا قاری سعید الرحمان صاحب کی دعوت پر ارشاد فرمائی۔ "ادارہ"

(خطبہ مسنونہ کے بعد) الا تنصروہ فقد نصرہ اللّٰہ اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین اذھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لاتحزن ان اللّٰہ معنا — وقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بدء الاسلام غریبًا وسیعود غریبا فطوبیٰ للغرباء الذین یصلحون ما افسد الناس من بعدی - اوکما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

میرے محترم بزرگو! خداوند کریم کی نعمتیں جو بیشمار اور لاتعدّ ولاتحصیٰ ہیں، جس قدر نعمتیں ہیں یہ سب کے سب اللہ جل مجدہٗ کیطرف سے ہیں۔ ومابکم من نعمۃ فمن اللہ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں، جو کچھ نعمت تم پر ہے چاہے وجود کی نعمت ہو یا وہ قویٰ جن پر جسم انسانی مشتمل ہے۔ یہ تمام نعمتیں جو تمہیں دی گئی ہیں، ان سب کا دینے والا اللہ جل مجدہٗ ہیں۔ اور خصوصاً انسان کے اوپر جو احسانات ہیں اللہ تعالیٰ کے وہ تو ان گنت ہیں۔ انسان کو اکرمیت اللہ تعالیٰ نے عطا فرما دی — ولقد کرمنا بنی آدم — اس کو عزت اللہ رب العزت نے عطا فرمادی، اسے اپنی صفات کمالیہ کا مظہر بنادیا۔ یہ دیوار ہے تو وجود تو اس کو بھی دیا مگر یہ سننے والا نہیں دیکھنے والا نہیں ہے۔ اس کے لئے صفت سمع و بصر اور صفت علم نہیں ہے۔ مگر انسان کو اللہ نے سمیع بنایا، بصیر بنایا، عالم بنایا۔ اپنے صفات کا مظہر اور اپنا خلیفہ اس کو بنایا۔ تمام عالم میں صرف اسے اجازت دی کہ تم قانون کے ماتحت رہ کر اس میں تصرف کر سکتے ہو — ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا۔ اللہ وہ

ذات ہے جس نے تمہارے منفعت کیلئے یہ سب چیزیں پیدا کیں۔ یہ چاند ہے، یہ سورج ہے، یہ زمین ہے، یہ پانی اور یہ ہوا ہے۔ یہ سب کے سب انسان ہی کے لئے ہیں۔ وسخر لکم مافی السموات والارض۔ اللہ نے آسمان اور زمین کی سب چیزوں کو تمہارے حق میں مسخر کر دیا ـــ واسبغ علیکم نعمہٗ ظاہرۃً وباطنۃً ـــ ڈھانپ لیا تم کو خدا نے اپنی نعمتوں سے خواہ وہ ظاہری نعمتیں ہوں یا باطنی، واقعی انسان کے اوپر اللہ کا جو فضل وکرم ہے اس کا حد وحساب نہیں ـــ وان تعدّوا نعمۃ اللہ لاتحصوھا۔ اگر خدا کی نعمتوں کو گننا چاہو تو نہ کر سکو۔ اس ایک آنکھ کی قیمت ہمارے پاس نہیں ہے۔ یہ جو زبان اللہ نے دی ہے اس کی قیمت ہمارے پاس نہیں ہے۔

غالباً ہارون الرشید تھے یا کوئی اور، کسی عالم اور عارف سے ملاقات ہوئی تو کہا کہ مجھے کچھ نصیحت فرمایئے تو انہوں نے فرمایا ـــ دیکھو اگر تم کسی وقت کسی جنگل میں پھنس جاؤ اپنے ساتھیوں سے بھی الگ ہو جاؤ اور گرمی کی شدت کی وجہ سے تمہیں حد سے زیادہ پیاس لگے اور تم سمجھ گئے کہ اب پیاس کی وجہ سے میرا آخری وقت آگیا ہے۔ زندگی سے مایوس ہو چکے جتنا بھی پانی تلاش کیا اتنی ہی گرمی اور پیاس بڑھ گئی۔ ایسی حالت میں ایک شخص آیا جس کے ہاتھ میں ایک گلاس پانی ہے، اور آپ اسے کہتے ہیں کہ مجھے یہ پانی پلاؤ وہ کہے کہ مفت نہیں پلاتا اس کی قیمت وصول کر دوں گا۔ تو بتلائیں آپ کتنی قیمت اس کو ادا کر سکیں گے۔ ہارون نے سوچ کر کہا کہ اگر وہ مانگے تو میں آدھی سلطنت اس کو دیدوں گا، اس لئے کہ پیاس سے مرنے سے بہتر یہ ہے کہ میرے پاس ہزاروں میل کی حکومت نہ ہو۔ آدھی اسے دیدوں مگر زندہ تو رہوں گا، پھر اس عالم نے فرمایا کہ اگر آپ نے پانی پی لیا مگر وہ پانی بند ہو گیا۔ دوسرے راستہ سے اسے پیشاب کی شکل میں نکلنا تھا مگر پیشاب بند ہو گیا اور نکلنے کی کوئی صورت تمہارے پاس نہیں رہی، تم درد کی وجہ سے تڑپ رہے ہو، کراہ رہے ہو، ایسے وقت میں کہ آپ زندگی سے مایوس ہو گئے، ایک شخص آپ کے پاس پہنچتا ہے اور کہتا ہے کہ میرے پاس اسکی دوائی ہے، پلا دوں گا تو پیشاب نکل جائے گا۔ اور تمہاری زندگی بچ جائے گی۔ مگر مفت نہیں دیتا اسکی قیمت لوں گا، تو بتلاؤ کہ کتنی قیمت دے سکو گے۔ ہارون نے کہا کہ میری آدھی سلطنت جو باقی ہے اگر وہ مانگنا چاہے تو اسے دیدوں گا۔ اس عالم نے کہا کہ دیکھو اس سے اللہ کی نعمتوں کا اندازہ لگا لو کہ ہم ایک گلاس پانی کی قیمت بھی ادا نہیں کر سکتے پھر اس ساری سلطنت کی کیا حقیقت ہے جبکہ ایک گلاس پانی پینے اور اس کے نکل جانے میں خرچ ہو جائے تو ہمارے اوپر جو کروڑوں نعمتیں ہیں کبھی ہم نے ان کا استحضار کیا ہے۔؟ اور دنیا

کی حقیقت پر کبھی غور کیا ہے۔؟ یہ جو قضائے حاجت کے لئے انسان چلا جاتا ہے۔ فراغت نصیب ہو جاتی ہے، اطمینان قلب نصیب ہو جاتا ہے یہ بھی اللہ کی ایک عظیم نعمت ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ آدمی جب قضائے حاجت کے لئے جائے تو پاخانہ داخل ہوتے ہی پہلے بسم اللہ اعوذ باللہ من الخبث والخبائث۔ کہہ دے اور جب فارغ ہو جائے اور باہر نکل آئے تو کہہ دے الحمد للہ الذی اذھب عنّی الاذٰی وعافانی۔ (اوکما قال علیہ السلام) اور حدیث میں آتا ہے کہ جب قضائے حاجت ہو جائے تو کہہ دے غفرانک ۔ یا اللہ میری توبہ قبول کر میں تیری مغفرت طلب کرتا ہوں۔

ذرا دو منٹ سوچ لینا چاہیئے کہ کہاں سے گندم چلی آئی ہے۔ امریکہ سے آئی، کہاں کہاں سے آئی ۔؟ کس کاشتکار نے بوئی، کس نے کاٹی، کس نے صاف کی اور پھر کن کن ذرائع سے راولپنڈی پہنچی، پھر میں نے اس کو کھایا، اس کے اصل اجزاء میرے جسم کا خون اور گوشت بنے اور جو فضلہ تھا وہ میرے بدن سے نکلا، تو گویا یہ خدا کی کروڑوں نعمتیں ایک نوالہ میں سمٹ آئی تھیں پھر استفراغ ہوتا ہے تو اس میں بھی کروڑوں نعمتیں اللہ کی ہیں۔ اب اس پر غور کر چکا، تو کہہ دے یا اللہ اب تک تیری نعمتوں کی ناشکری کی آپ کی مغفرت چاہتا ہوں۔ غفرانک ۔ اور کہہ دے کہ وہ ذات خوبیوں کی مالک ہے جس نے مجھے عافیت عطا فرمائی۔

الغرض قضائے حاجت میں بھی عبرت اور نصیحت کا اتنا پہلو نکل آیا۔ اس طرح غور و فکر کرنے سے ہماری زندگی کا ہر عمل عبادت بن جاتا ہے۔ استبراء میں یہ نیت کی کہ فراغت ہو تو میرا خیال اور دھیان عبادت کے دوران کسی اور طرف نہ رہے گا۔ اس نیت سے قضائے حاجت بھی عبادت بن جائے گی۔ حدیث میں ہے: لایصلینّ احدکم وھو یدافع الاخبثین۔ ایسی حالت میں نماز نہ پڑھو کہ تمہیں پیشاب اور قضائے حاجت نے پریشان کر رکھا ہو۔ اسی طرح بول و براز کو دیکھ کر اپنی حقیقت پر بھی غور ہو سکتا ہے کہ اسی ہی ذلیل پانی سے اللہ نے ہمیں پیدا کر کے احسن تقویم بنایا۔ ورنہ ہماری کیا حقیقت تھی، اس طرح انانیت مٹ جائے گی۔ کہ ہماری ابتداء کس چیز سے ہوئی۔ پھر اب بھی جسم کے اندر یہی غلاظت بھری ہوئی ہے، مگر اللہ نے حسن اور طہارت کا پردہ ڈال دیا ہے۔ پھر مرنے کے بعد بھی انجام جسم کا گل سڑ جانا ہے۔ اولک عذرۃ۔ تیری ابتداء گندہ پانی سے تھی۔ اوسطلک قذرۃ ساری زندگی غلاظت جسم میں بھر کر پھر رہا ہے ۔ وآخرک مذرۃ۔ اور انجام کار مر کر ریزہ ریزہ ہو جانا۔ الغرض ان انعامات ربّانی

کو سوچنے سے تقضائے حاجت بھی ایک بہت بڑی نصیحت بن جاتی ہے ۔ اسی لئے اسلام نے ان چھوٹی چھوٹی باتوں کے بھی آداب سکھائے ۔ کتنے پتھروں سے استنجاء کرنا چاہیئے ۔؟ اور کس ہاتھ سے ۔؟ استنجا کا طریقہ سکھایا ۔ کن کن مقامات پر استفراغ کیلئے بیٹھنا چاہیئے اور کہاں کہاں نہیں ۔ کس طرف رخ کرنا چاہیئے اور کس طرف نہیں ۔ تقریباً ستر آداب علماء نے تقضائے حاجت کے بھی لکھے ہیں ۔ اگر ان کا لحاظ کر لیا جائے تو اس ایک عمل میں جو طبعی اور غیر اختیاری ہے ۔ ستر عبادتیں جمع ہو جاتی ہیں ۔

—— تو بھائیو ! ایک گلاس پانی اور ایک نوالہ کھانے پر اگر سوچو تو تمام سلطنت و دولت اور حکومت کے مقابلہ میں خدا کی صرف یہی ایک نعمت بھی بھاری معلوم ہوگی ، ہم تو اسکی قدر اور صحیح ادراک بھی نہیں کر سکتے ۔ وان تعدّوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا ۔ جسطرح ان نعمتوں کا شمار کرانا محال ہے اسی طرح کسی نعمت کی پوری قدر و قیمت کا اندازہ لگانا بھی ہمارے بس میں نہیں ——

یہ جو ہوا ہے جسکی ہماری نگاہ میں کوئی حیثیت نہیں اور یہ اللہ کی شان ہے کہ جو چیز بہت ہی ضروری اور اہم ہے اور اس پر زندگی کا مدار ہے اسے اتنا ہی عام اور مفت کر دیا کہ کسی کے کنٹرول میں نہیں ہے یہ خدا کی خاص مہربانی ہے اگر ہوا بھی کسی کے کنٹرول میں دے دی جاتی تو ہماری زندگی ختم ہو جاتی ۔ ہر وقت ہم سانس لیتے ہیں ذرا سا اگر اللہ نے ہوا کو حکم دیا کہ " رک جا تو سارا کام تمام ہو جاتا ہے ۔ یہ وہ چیزیں ہیں جنہیں ہم نعمت شمار ہی نہیں کرتے ۔ ہماری توجہ بھی ادھر نہیں جاتی ۔

—— یہ تو ساری نعمتیں ظاہری تھیں اور ان سب سے بڑھ کر جو نعمت دی اور جسکی خاطر یہ تمام نعمتیں وسیلہ اور ذریعہ بنا دیں ۔ اور جس وجہ سے انسان کو شرافت اور کرامت اور اپنی خلافت سے نوازا وہ اسلام کی نعمت تھی —— ہم کو اللہ جل مجدہ نے مسلمان بنایا ۔ اسلام کی نعمت عطا فرما دی ۔ پھر یہ نعمت تمام انبیاء کے ذریعہ ان امتوں کو دی ، مگر اس نعمت کی تکمیل اور اسے اتمام تک تک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ پہنچا دیا ۔ عبدیت جو مقصد تخلیق آدم تھا اسکی تکمیل حضورؐ سے کرا دی ۔ اس لحاظ سے حضور کی ذات اور ان کا لایا ہوا دین اسلام اس کائنات میں سب سے بڑی نعمت ہے جو نہ پچھلی امتوں کو دی گئی ، نہ قیامت تک کسی اور امت کو ملے گی ، کیونکہ آپ کی امت پر امتوں کا خاتمہ کر دیا گیا ، اور حضورؐ کی امت خیر امۃ اور خاتم الامم کہلائی اور یہ حضور کا اتقی ہو جانا اللہ کی اتنی بڑی نعمت ہے جسکی اگلی سب امتوں نے تمنا کی کہ یا اللہ کاش ہمیں بھی یہ سعادت میسر ہو جائے کہ ہم حضور اقدس سید الکائنات رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں شمار ہو جائیں ۔

دیکھیئے اگر کوئی تھانیدار ہے مثلاً۔ تو اس کے چپڑاسی کی بھی عزت کی جاتی ہے کہ تھانیدار کا خادم ہے۔ لیکن اگر کوئی کمشنر کا خادم ہے تو اسکی قدر اور زیادہ ہوتی ہے، اور اگر کسی وزیر کا چپڑاسی ہے تو اس سے بھی بڑھ کر قدر ہوتی ہے اور اگر کسی بادشاہ یا صدر اعظم کا خادم ہے تو اس کی تو اور بھی قدر ہوتی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سید الانبیاء ہیں، سید الرسل ہیں، تمام انبیاء علیہم السلام عزت اور عظمت کے مالک ہیں، اللہ نے انہیں عزت دی اور بڑی عزت لیکن حضور اقدس جن کے بارہ میں ارشاد ہے کہ: وعلّمك ما لم تكن تعلم وكان فضل الله عليك عظيما۔ اللہ نے تمہیں وہ چیزیں سکھا دیں جو تو نہیں جانتا تھا اور اللہ کا فضل تجھ پر بہت بڑا ہے اور اس وجہ سے قرآن کریم میں حضور اقدس کو "نعمۃ اللہ" بھی کہا گیا ہے، جو تمام دنیا کے باشندوں کے لئے ہادی ہیں، جسوقت دنیا میں تشریف لائے اس وقت سے لیکر قیامت تک جتنی بھی روئے زمین پر مخلوق ہے چاہے جن ہو یا انس ہو سب کے لئے بشیر و نذیر اور ہادی اور سب کے لئے رحمت۔ وما ارسلناك الا كافة للناس بشيراً ونذيراً۔ اور ایک جگہ فرمایا: وما ارسلناك الا رحمة للعالمين۔ اور علماء نے لکھا ہے کہ اس وجود ناسوتی میں چاہے حضور اقدس مؤخر ہوں لیکن وجود کے لحاظ سے حضور اقدس اوّل المخلوقات ہیں۔ فرمایا: اوّل ما خلق الله نوری۔ اللہ نے ہر چیز سے پہلے میرا نور پیدا فرمایا۔

نیز ارشاد ہے: کنت نبیاً و آدم بین الماء والطین۔ یوم میثاق میں جب عہد و پیمان لیا جانے لگا۔ کیونکہ اللہ نے ہمیں جو دنیا میں بھیجا تو کسی کام کیلئے بھیجا اور وہ کام ہے عبادت۔ کہ اپنے مولیٰ کی بندگی ہم کریں اس کیلئے اللہ نے پیدائش سے پہلے انتظام فرمایا اور سب سے پہلے عالم میثاق میں یعنی اس عالم کا وجود میں آنے سے پہلے اللہ نے تمام ارواح کو پیدا فرمایا تو اس وقت سب کو ایک سبق بتلایا گیا۔ یہ خدا کا ماننا خدا کے وجود کو تسلیم کرنا یہ ایمان اور یقین وہی سبق ہے جو سکھایا گیا ہے۔ اور سب کو مخاطب ہو کر پوچھا الستُ بربکم۔ کیا میں تمہارا پالنے والا نہیں ہوں۔؟ تمہیں نیست سے ہست کرنے والا ہوں یا نہیں۔؟ تمہیں آہستہ آہستہ تدریجاً تدریجاً ترقی دینے والی اور کمال تک پہنچانے والی وہ کونسی ذات ہے۔؟ میں نہیں ہوں تو بتاؤ اور کون ہے؟

تو علماء نے لکھا ہے کہ اُس وقت جواب دینے سے پہلے سب کے سب ارواح حضور اقدس کی روح اطہر و طیب کیطرف متوجہ ہوئے اور سب کے سب اس طرف دیکھنے لگے۔ جس طرح درس میں کوئی سوال پوچھا جائے تو سب کے سب طالب العلم ذہین، محنتی اور قابل و لائق طالب العلم کو دیکھتے ہیں کہ کیا جواب دیتا ہے۔ تو تمام عالم نے حضورؐ کی طرف دیکھا کہ کیا جواب دیتے

ہیں تو سب سے پہلے حضور اقدس نے فرمایا : بلیٰ انت ربنا ۔ یا اللہ کیوں نہیں ۔ ؟ بیشک تو ہی ہمارا رب ہے تو ہی پالنے والا ہے ۔ تو حضورؐ کو دیکھ کر تمام عالم کے ارواح نے پکار کر کہا بلیٰ انت ربنا ۔ پھر ساری کائنات زمین اور آسمان سے اللہ نے دریافت کیا کہ تم میری تابعداری کروگے یا نہیں ۔ ؟ تو کہتے ہیں کہ زمین کا وہ حصہ جس سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اطہر و مبارک بنا ہے ۔ عالم ناسوتی میں سب سے پہلے اس نے کہا : اتینا طائعین ۔ یا اللہ ہم فرمانبردار ہیں خوشی سے آپ کا حکم مانیں پھر زمین و آسمان نے بھی یہی جواب دیا کہ یا اللہ ہم تیرے مطیع اور منقاد ہیں ۔

—— تو حضور اقدس سارے عالم اور سارے کائنات کے استاذ الکل ہوئے عالم ارواح کو بھی عبدیت کا طریقہ سکھایا اور عالم ناسوتی کو بھی اسی طرف حدیث میں اشارہ ہوا کہ کنت نبیاً و آدم بین الماء والطین ۔ حضرت آدم کی پیدائش سے پہلے مجھے نبوت کی خلعت دی گئی اور اس طرح حضور اقدس کے وجود مبارک کو اللہ نے کمالات کی تقسیم کا واسطہ بنا دیا ۔ بخاری شریف کی حدیث ہے انما انا قاسمٌ واللہ یعطی ۔ میں تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ دینے والا ہے خدائے پاک جس چیز کی تقسیم چاہے ۔ وجود کی تقسیم ، علم کی تقسیم ، جتنے کمالات تقسیم ہوتے ہیں وہ حضور اقدس کے واسطے سے ہیں اور اس کی مثال روئے زمین پہ دیکھنا چاہیں تو سورج کو دیکھیں کہ روئے زمین پہ ساری زمین اور سب چیزیں روشن اور منور ہیں ۔ یہ روشنی خدا ہی پہنچاتا ہے ۔ مگر بیچ میں واسطہ اللہ نے سورج کو بنا دیا جسکی روشنی ساری دنیا پہ پڑ رہی ہے ، اور سورج کی روشنی خدا ہی نے پیدا فرمائی ہے ۔ انما انا قاسم واللہ یعطی ۔ سارے کمالات کے دینے والے اللہ پاک ہیں اور تقسیم کرنے والے حضور اقدس ۔

—— ایسی مقدس ہستی کا امت اللہ جل مجدہٗ نے ہمیں اور آپ کو مفت میں بنا دیا ۔ یہ کیسی عمدہ نعمت ہے ۔ ! اور کتنی بڑی نعمت ! —— پھر اس کا پورا اندازہ اور قدر و منزلت کا علم تو قیامت اور آخرت میں لگے گا ۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ سب سے پہلے قیامت کے دن پل صراط پر میں ہی گزروں گا اور میری امت میرے ساتھ ہوگی ، سب سے پہلے جنت کا دروازہ میرے لئے کھلے گا ۔ اور میری امت میرے ساتھ ہوگی ، اور اسکی ایسی مثال ہے ، کہ ملک کا ایک صدر ہے ایک وزیر اعظم ہے ، ایک کمشنر ہے ، سب الگ الگ موٹروں میں جا رہے ہیں تو صدر کی گاڑی سب سے آگے جاتی ہے ، اور جس گاڑی میں صدر ہوتا ہے ۔ اسی کے خاص خادم بھی اسی گاڑی میں اس کے ساتھ ہوتے ہیں ، جو جوتا اٹھائیں ، پنکھا چلائیں اور خدمت کریں تو جہاں صدر اعظم کی گاڑی چلے گی خاص خادم اور ملازم بھی ساتھ ہوگا ، وزیر اعظم اور اس کے ساتھی دوسرے نمبر پر کمشنر تیسرے نمبر پر

پہنچے گا ـــــ تو اللہ تعالیٰ ہمیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں میں شمار کرو سے ــــ یہ غلامی کی برکت ہوگی کہ سب امتوں سے پہلے پل صراط پہ گذر ہوگا اور سب سے پہلے حضورؐ کے ساتھ جنت میں داخلہ ہوگا۔ کہ غلام تو آقا کے ساتھ ہوتا ہے۔

حضور اقدسؐ فرماتے ہیں سب سے پہلے قبر سے میں ہی اٹھایا جاؤں گا۔ تو اللہ تعالیٰ ہمیں ہر جگہ یہ سعادت معیت نصیب فرما دے ـــــ ہر نبی اپنی قوم کیلئے باعث ترقی، باعث افتخار اور باعث عزت ہوتا ہے۔ اور اس امت کی جو ترقی بھی آپ دیکھ رہے ہیں یہ حضورؐ ہی کا صدقہ ہے۔ پھر امت کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک امت اجابت ہے جس نے حضورؐ کی دعوت قبول کرلی اور مسلمان ہوگئے۔ دوسری امت دعوت ساری دنیا کے انسان ہیں جنہیں حضورؐ دعوت دے رہے ہیں، کہ مسلمان ہو جاؤ آؤ اللہ کے در کی طرف جس نے بخوشی دعوت قبول کی اور کلمہ شہادت پڑھا وہ امت اجابت میں شامل ہوا اور جو کافر ہیں وہ سب کے سب امت دعوت میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کو بھی دعوت ہے پھر حضور اقدسؐ جو اللہ کی صفت علم کے مظہر اتم ہیں۔ اوتیت علم الاولین والآخرین ــ تو اس علم کا پرتو دونوں امتوں پر پڑ گیا اور آج جو دین کا علم ہے وہ تو مسلمانوں ہی میں ہے۔ لیکن دنیوی علوم کا جو حصہ اور جو ترقی سائنس اور عصری علوم کی شکل میں امت دعوت میں دیکھنے میں آتی ہے تو وہ بھی حضور علیہ السلام کے کمالات علم کا ظہور ہے ورنہ حضورؐ کی آمد سے پہلے یہ سب غیر متمدن تھے۔ حضورؐ ان کو ہر وقت دعوت دے رہے ہیں، علوم کا دروازہ کھول دیا اللہ نے نعمتوں کا دستر خوان بچھا دیا ہے۔ دروازے پر اس کا داعی کھڑا ہے جس نے قبول نہ کیا محروم ہوگیا۔ حالانکہ دعوت سب کو ملی۔

ـــــ تو میرے محترم بزرگو! یہ جو اللہ نے احسان و انعام فرمایا ہمیں مسلمان بنایا اور حضورؐ کی امت میں شمار کیا یہ اتنی بڑی نعمت ہے، اتنی بڑی نعمت ہے کہ اسکی کوئی حد نہیں۔ اور تمام دنیا کی نعمتوں کی تکمیل اسی ایک نعمت کے ذریعہ ہوگئی۔ اس ایک نعمت نے سب نعمتوں کو ٹھکانے لگا دیا۔ ہمارے اوپر دنیا میں جتنے بھی کسی نے احسانات و انعامات کئے تھے اس کی تکمیل حضورؐ کے ذریعہ ہوگئی ورنہ اگر حضور اقدسؐ کی برکت سے ہم اپنے مقصد حیات کو نہ پہنچا سکتے تو ساری نعمتوں کی ناقدری ہو جاتی اور یہ ساری چیزیں بالآخر ہمارے جہنم پہنچانے کا ذریعہ بنتیں ـــ یہ سب نعمتیں ایمان اور عبدیت کی وجہ سے اپنے موقعہ محل میں خرچ ہوگئیں اور وہ حضورؐ کے صدقہ سے تو ہر نعمت بجائے مصیبت اور آفت کے نعمت بن کر رہی۔ ورنہ پوری انسانیت ان تمام

نعمتوں کے ساتھ جہنم کے کنارے پہنچ چکی تھی۔ ولکنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منہا۔ تم آگ کے گڑھے کے کنارے پہنچ چکے تھے مگر اللہ نے حضورؐ کے ذریعہ تمہیں بچا لیا۔

—— تو یہ بجا طور پہ ایسی نعمت تھی جسے خداوند کریم نے بطور امتنان و احسان قرآن کریم میں جگہ جگہ ذکر کیا —— لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیہم رسولاً۔ ماں باپ سب سے بڑے محسن ہوتے ہیں، لیکن ایمان کی دولت نہ ہوتی تو ان کا پالا پوسا ہوا جسم جہنم کا ایندھن بن کر تکلیف کا سبب بن جاتا۔ استاد اور مربی کا بڑا احسان ہوتا ہے، لیکن اگر تعلیم اور تربیت ایمان کی روشنی سے خالی ہوتی تو یہی تعلیم و تربیت جو بظاہر احسان معلوم ہوتی تھی ہلاکت اور بربادی کا سبب بن جاتی۔ ان تمام احسانات میں روح حضورؐ کی تعلیمات اور ایمان و اسلام کی وجہ سے آگئی تو سب احسانات احسانات رہے، ورنہ یہی سب چیزیں سب سے بڑھ کر مصیبت ثابت ہوتیں۔

—— تو کائنات میں سب سے بڑھ کر نعمت اور اللہ کا سب سے بڑا احسان وہ حضور کی ذات کی شکل میں ہے اور ہم انسانوں پر سب سے بڑا کرم امت محمدیہ میں شامل کرنے کا ہے۔ ورنہ یہ ساری کائنات اور یہ تمام جسمانی نعمتیں جسم، بدن، قویٰ بے کار اور بے مقصد رہتے۔

دیکھیے یورپ سے بنی ہوئی مشین آتی ہے، کارخانوں سے پیک شدہ چیزیں آتی ہیں، دوائیاں پیکٹوں میں بند آتی ہیں اور ان پہ استعمال کا طریقہ لکھا ہوتا ہے۔ ان اشیاء کے بنانے والے اس کے ساتھ کاغذ کا ایک پرزہ بھی رکھے ہوتے ہیں کہ تم اگر مشین سے فائدہ لینا چاہو تو ہر پرزہ اور ہر کل بنانے والے کی ہدایات کے مطابق استعمال کروگے۔ یہاں انگلی رکھو اور اس پرزہ کو اس طرح سے گھماؤ تب مشین چلے گی اور صحیح نتائج برآمد ہوں گے۔ اور اگر غلط چلائی تو تباہ ہوجائیگی۔

—— تو اس طرح جب اللہ نے انسان بنایا اس کے فائدے کیلئے مختلف شکلوں میں لاکھوں نعمتیں دیں یہ آسمان و زمین اور یہ سارا کارخانہ اس کے لئے بنایا۔ تو اب انسان کے ذمہ کیا کام ہے —؟ اور وہ مقصد اور نتائج کیسے برآمد ہوں گے جس کیلئے انسان بنایا گیا؟ وہ اس ساری کائنات میں کس طرح تصرف کریگا۔ یہ جو مشین تیار شکل میں ہمیں ملی ہے، اس کا کیا کام ہے —؟ تو ان سب باتوں کا صحیح جواب وہی ہوگا جس کو حضورؐ نے تبلایا۔ اسی لئے اللہ نے رسول کو بھیجا کہ وہ اس ساری مشین کے استعمال کا صحیح طریقہ بتلا دے۔ ساری انسانیت کو صحیح کام پر لگا دے کہ یہ کس طریقہ سے اپنا معاشرہ قائم کریں گے۔ تمدن کیسے ہوگا۔ اسکی بود و باش رہائش اسکی زندگی اور موت کن طریقوں پہ ہوگی۔ اس کی حکومت کیسی ہوگی۔ یہ جب مریض ہو تو کیا کرے گا۔ تندرست ہو تو کیا کرے گا —

فقیر ہو یا غنی ہو، امیر ہو یا رعایا ہر حالت میں کیسی زندگی گذارے گا۔ شادی کرے گا تو کیسے، زراعت کس طریق پر ہوگی اور تجارت کس طرح۔ لیٹے گا کیسے اور چلے گا کیسے۔

ان سب باتوں کے لئے ہدایات ہمارے مالک یعنی اللہ جل مجدہٗ نے بواسطہ نبی کریمؐ بھیجدیئے۔ ہر چیز کا طریقہ استعمال بتلا دیا۔ یہ جائز ہے یا ناجائز، یہ حلال ہے وہ حرام۔ یہ مفید ہے اور وہ مہلک۔ یہ سب حضورؐ کی تعلیمات ہیں۔ پوری کائنات کو صحیح طریقہ پر چلانے کے گر بتلانے والے حضور اقدس علیہ السلام ہیں۔ اگر دنیا ان کے بتلائے ہوئے تعلیمات پر اس کارخانۂ عالم کو چلائے گی تو سارا نظام ٹھیک رہے گا، ورنہ ساری دنیا اور ساری انسانیت ہلاکت، بربادی، پریشانی اور اضطراب کا شکار ہوگی اور سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔

بھائیو! اگر اللہ کی دی ہوئی ان نعمتوں اور سب سے بڑی نعمت حضور اقدسؐ کی ہم قدر کریں گے۔ تو دنیا کی حکومتیں ہماری باجگذار بنیں گی۔ اور یہ واعظانہ بات نہیں بلکہ اپنی تاریخ آپ کے سامنے ہے۔ ریگستان میں رہنے والے عرب پرانے پھٹے کپڑوں میں ایران کے جرنیل رستم پہلوان کے سامنے جاتے ہیں۔ کسریٰ جرنیل نے دیکھ کر کہا کہ تمہارے ان پھٹے پرانے کپڑوں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ تم غریب ہو، رزق کی تلاش میں ہو، تمہیں کپڑا، مکان، خوراک چاہئے تو جاؤ گھروں میں بیٹھ جاؤ، جتنی ضرورت ہو ہم تمہیں بھیجتے رہیں گے۔ مگر ہمارا جرنیل کھڑا ہو کر کہتا ہے: کہ ارے کیا کہتے ہو ہم اُس ملک کے رہنے والے ہیں جو خشک تھا۔ بیشک ہم دنیا میں ذلیل قوم شمار ہوتے تھے، تہذیب و تمدن نہیں تھا، امیین تھے۔ هو الذی بعث فی الامیین رسولا۔ مردار اور سوسمار کھایا کرتے تھے زندگی لوٹ مار ڈاکہ قتل مقاتلہ میں گذرتی تھی۔ جہاں کہیں اچھا پتھر ملا اُسے اٹھایا اور اسکی پرستش شروع کی، لات و منات اور عزیٰ تو بڑی بات تھی کوئی خوبصورت پتھر بھی ہمارے لئے کافی ہوتا تھا۔ پھر اگر قضائے حاجت کے وقت استنجاء کی ضرورت پڑ جاتی اُسی پتھر کو استعمال کرکے دوسرا اٹھا لیتے۔ جیسا کہ آجکل بھی لوگوں کو مرض سا ہو گیا ہے کہ جہاں کوئی خوبصورت پتھر یا کوئی حسین و جمیل جگہ نظر آئی فوراً اس کا فوٹو لے لیا۔ خدا معلوم کیا بھلائی لوگوں کو اس میں نظر آتی ہے۔ حضورؐ نے تصویر کشی کی ممانعت فرمائی۔ فرمایا جس گھر میں جاندار کی تصاویر ہوں وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ تو یہ تصویر کشی، بت پرستی اور دیگر خرابیوں کی جڑ ہے۔ نیز جس گھر میں کوئی مرد یا عورت جنابت میں پڑا ہو اور نماز کا وقت گذر گیا تو وہاں رحمت کا فرشتہ نہیں آتا۔ جس گھر میں بلا ضرورت کتا رکھا ہو فرشتے رحمت کے نہیں آتے اس لئے کہ کتے میں اپنی نوع سے

دشمن ہوتی ہے۔ اگرچہ کتے میں کتنی خوبیاں بھی ہیں آپ ایک ٹکڑا اسے ڈال دیتے ہیں۔ یہ ہو جاتا ہے لیکن کسی کو گھر کے اندر آنے نہیں دیتا اور آپ کا گھر محفوظ رکھتا ہے۔ اسی طرح ہمارے پاس بھی ایک گھر ہے خدا کا، جسے دل کہتے ہیں، اسے بھی تمام آلائشوں سے پاک صاف رکھنا چاہیئے۔

حدیث میں آتا ہے:

لا یسعنی ارضی ولا سمائی ولکن یسعنی قلب عبدی المومن (او کما قال ﷺ)

میری تجلیات کا تحمل نہ آسمان کر سکتا ہے نہ زمین، لیکن میرے مومن بندہ کا دل میری تجلیات کو سما لیتا ہے۔

علماء لکھتے ہیں کہ حضرت آدم کا خاکی کالبد جب تیار ہوا اور چالیس برس پڑا رہا۔ هل اتی علی الانسان حین من الدھر۔ الآیۃ۔ تو ابلیس بھی کسی وقت فرشتوں میں شمار ہوتا تھا۔ مگر حسد بڑی بلا ہے، دوسرے کی نعمتوں کو دیکھ کر جل جانا، یہ بھی ایک بیماری ہے، جو سب کچھ ضائع کر دیتی ہے۔ اور دوسری چیز ہے کبر اور غرور یہ دونوں مرض سب سے پہلے ابلیس سے ظاہر ہوئے ابلیس کو حضرت آدم پر حسد آیا اور حضرت آدم کی عزت کو نہ دیکھ سکا، کہا: ھذا الذی کرّمت علیّ۔ اس کو مجھ پر عزت دی۔ اسے اپنا خلیفہ بنایا۔ پھر دل میں ٹھانی کہ اسے نیچے دکھاؤں تو اس وقت سے شرارت شروع کی اور جہاں حضرت آدم کا قالب مبارک پڑا تھا وہاں ابلیس آکر اس کے اردگرد گھومتا، چاروں طرف سے اسے ٹٹولتا، پیٹ پر ہاتھ پھیر کر خوش ہوتا کہ یہ تو کھوکھلا ہے ناک کان منہ دیکھ کر کہتا کہ ان راستوں سے داخل ہو کر اسے ورغلا سکوں گا۔ لیکن حضرت آدم کے دل کو جب دیکھتا کہ چاروں طرف سے بند ہے تو مایوس ہوتا کہ اس کا کیا علاج ہوگا، اس پر کیسے اثر انداز ہوں گا، تو وہ جو حدیث میں آیا کہ میری تجلیات کو نہ زمین برداشت کر سکتی ہے نہ آسمان، تو اس لئے کہ دل بڑا نازک چیز ہے پورے جسم کی صلاح اور فساد کا دارومدار دل ہی پر ہے، بظاہر چھوٹا مگر نزاکت اور اہمیت کے لحاظ سے بہت اونچا مقام رکھتا ہے۔

چھوٹا سا شیشہ شفاف آئینہ سورج کے سامنے رکھدیں تو آفتاب کی شعاعیں اس پر پڑتی ہیں اور آفتاب کا سارا عکس اس میں آکر اسے آتشیں بنا دیتا ہے۔ جبکہ اس پوری زمین اور بڑی بڑی بلڈنگوں میں سورج کے عکس کا انعکاس نہیں ہوتا۔ کیونکہ ان میں کدورت ہے اور شیشہ صاف اور شفاف ہے۔ اس لئے دل میں اللہ کی تجلیات سما جاتی ہیں۔

تو شیطان کے پاس دل کا علاج نہیں تھا، مگر اس نے تکبر کیا تواضع ترک کی، حسد کیا تو اللہ

نے اسے رسوا کر دیا۔ تکبر تو کسی مخلوق کا شیوہ نہیں ہوتا حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ہر شخص اگر سوچے کہ میری پیدائش دو گندے قطروں سے ہوئی اور آخر میں مر کر گل سڑ جانا ہے۔ اور زندگی بھر انسان کے بدن و جسم اور معدے میں خون اور غلاظت بھری رہتی ہے تو وہ تکبر نہ کرے۔ جس شخص کی ابتدا اور انتہا ایسی ہو اس میں بڑائی اور تکبر کا آجانا واقعی بڑی تعجب کی بات ہے، اللہ نے فرمایا کہ الکبریاء ردائی۔ بزرگی اور بڑائی تو میری چادر اور میری شان ہے۔ من نازعنی اکببتہ فی النار۔ جو مجھ سے یہ چادر چھیننا چاہے اسے اوندھا منہ جہنم کے گڑھے میں ڈال دوں گا۔

محترم بزرگو! میں نے ایک آیت کریمہ اور ایک حدیث شریف سنائی تھی مگر چونکہ وقت زیادہ گذر گیا ہے اس لئے تشریح کا وقت نہیں رہا۔ آیت مبارک میں اللہ تعالیٰ نے شکوہ فرمایا اور تمام روئے زمین کے باشندوں کو مخاطب فرمایا ہے کہ میں نے تمہیں پیدا کیا، غیر متناہی احسانات تمہارے اوپر کئے اور تمہیں زندگی گذارنے کا طریقہ سکھانے کیلئے نبی آخر الزمان کو بھیجا، اب تمہارا کام یہ ہے کہ تم حضورؐ کی نصرت کرتے اور وہ اسطرح کہ حضورؐ کے دین کو سیکھو۔ اسلام کو دل و جان سے مانو۔ اسی امتیازی شان کی وجہ سے تمہیں خیر امت کہا گیا تھا کہ تم حضورؐ کے دین کیطرف لوگوں کو بلاؤ اس وجہ سے نہیں کہ تمہاری موٹریں بلڈنگیں زیادہ ہیں، کارخانے اور دولت تمہارے پاس زیادہ ہے، نہیں، بھائیو! ان چیزوں سے کوئی خیر امت نہیں بنتا، حضور اقدسؐ کی شان تو یہ تھی جیسا کہ خود فرماتے ہیں کہ میری اور مخلوق کی مثال ایسی ہے کہ کہیں آگ کے شعلے بھڑک رہے ہیں اور لوگ پروانوں کی طرح گر گر کر اس میں جل رہے ہوں اور میں ایک ایک کو پکڑ پکڑ کر کھینچ رہا ہوں۔ وانا آخذ بحجکم۔ اللہ تعالیٰ بھی فرماتے ہیں کہ وکنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منھا کہ تم خدا کی نافرمانی کی وجہ سے جہنم کے کنارے کھڑے تھے۔ گرنے والا کنارا۔ یہ اللہ نے مہربانی کی کہ حضرت خاتم الانبیاءؐ کو بھیج کر تمہیں جہنم سے بچا لیا۔ حدیث میں آیا ہے کہ میری امت ایسی ہے کہ لوگوں کو زنجیروں میں پکڑ پکڑ کر ہلاکت کی طرف سے کھینچتی ہے اور بچاتی ہے۔ جیسا کہ ایک دیوانہ کنوئیں میں کودتا ہے تو لوگ اسے زنجیروں سے باندھ لیتے ہیں کہ ہلاک نہ ہو۔ جہاد کا بھی یہی مقصد ہے کہ زور سے لوگوں کو بچایا جاتے کہ کیوں جہنم میں جاتے ہیں تو بہر حال اس امت کا تو یہ فریضہ تھا کہ حضورؐ کے دین کو پھیلاتے۔ اللہ نے فرمایا کہ اگر تم ایسا کر سکے تو اس میں تمہاری دنیا و آخرت کی سرخروئی ہے اور اگر بدقسمتی کی وجہ سے تم نے حضورؐ کا دامن چھوڑ دیا تو کوئی پرواہ نہیں، اللہ نے ہر نازک گھڑی میں حضورؐ کی مدد فرمائی ہے اس وقت بھی چند ہی غرباء اور سعادتمند جان نثار ساتھی حضورؐ کے ساتھ

باقی صـ ۱۲ پر